سید جمیل احمد رضوی

اسلامی کتب خانے اور ان کا انتظام

لائبریری سائنس کے ماہرین میں اختلاف ہے کہ کیا لائبریری ایک سماجی ادارہ ہے یا ایجنسی۔ ایک امریکی ماہر تعلیم ڈاکٹر جے۔ ایچ۔ شیرا (J. H. SHERA) کے نزدیک لائبریری ایک سماجی ایجنسی ہے۔ ان کے نزدیک ایجنسی بھی ایک سماجی آلہ ہے جو ادارے کے فائدے کے لیے بنائی جاتی ہے۔ یہ وہ ذریعہ ہے جس کے واسطے سے ادارہ کام کرتا ہے ... قانون ایک ادارہ ہے۔ عدالتیں اس کی ایجنسیاں ہیں۔ مذہب ایک ادارہ ہے، چرچ اس کی ایک ایجنسی ہے۔ تعلیم یا علم ایک ادارہ ہے، سکول، کالج، یونیورسٹی اور لائبریری اس کی ایجنسیاں ہیں۔[1]

بہرحال کتب خانے کو ایک معاشرتی ادارہ سمجھا جائے یا اس کی ایجنسی۔ یہ دراصل تعلیم کا ایک لاحقہ ہے نہ اس سے زیادہ نہ اس سے کم۔

اسلامی کتب خانوں کے موضوع کو زیر بحث لانے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ کتب خانہ جس ادارے کی ایجنسی ہے، اسلام میں اس کی اہمیت کیا ہے۔ اگر ہم اس پہلو کو پہلے جان لیں، تو پھر یہ سمجھنا آسان ہوگا کہ اسلام میں کتب خانوں کی کیا اہمیت ہے اور مسلمانوں نے اپنی تہذیب و ثقافت کے عروج کے دور میں اس طرف کتنی توجہ مبذول کی۔

اسلام میں علم کی اہمیت

اسلام نے علم کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ قرآن حکیم کا مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سب سے پہلی وحی نازل ہوئی اس میں پڑھنے کا ذکر تکرار کے ساتھ موجود ہے۔ تعلیم اور آلاتِ تعلیم میں سے قلم کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ علق میں ارشاد رب العزت ہے:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ
الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۚ[2]

---

[1] جے۔ ایچ۔ شیرا۔ لائبریرین شپ کی عمرانی بنیادیں [illegible] [2] علق، ۱ تا ۵

(اے رسول) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (ہر چیز) کو پیدا کیا۔ اسی نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعے سے تعلیم دی اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

اسی طرح سورہ طٰہٰ میں علم کے بارے ارشاد پروردگار ہے:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا [3]

یعنی (اے رسولؐ) دعا کرو کہ اے پروردگار میرا علم بڑھا دے۔

گویا حکم قرآن اور زبان رسالت سے یہ تعلیم دی جا رہی ہے کہ ہم اپنے علم میں اضافے کے لیے دعا کیا کریں۔

علما کی فضیلت کو قرآن حکیم میں یوں بیان کیا گیا ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا [4]

یعنی اللہ سے اس کے بندوں میں سے اہل علم ہی ڈرتے ہیں۔

قرآن حکیم کی بہت سی آیات ہیں جو علم اور اصحاب علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں۔

حدیث نبوی کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں بھی ہمیں بہت سے احکام نظر آتے ہیں کہ جن میں علم کے حصول پر زور دیا گیا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ [5]

ہر مسلمان پر طلب علم ایک فریضہ ہے۔

یہ حکم بھی ہمیں ملتا ہے:

اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَی اللَّحْدِ۔

آغوش مادر سے قبر میں جانے تک علم حاصل کرو۔

ابن ماجہ کی حدیث ہے:

اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ اَنْ یَتَعَلَّمَ الْمَرْءُ الْمُسْلِمُ عِلْمًا ثُمَّ یُعَلِّمَهُ اَخَاهُ الْمُسْلِمَ۔ [6]

---

[3] طٰہٰ

[4] فاطر: ۲۸

[5] کافی: ص ۱۲

[6] ابن ماجہ

آنحضرت نے فرمایا: افضل صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان شخص علم سیکھ کر اپنے دوسرے مسلمان بھائی کو اس کی تعلیم دے۔

ان چند احادیث سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم ایک ایسا ادارہ ہے جس کی اہمیت تعلیمات اسلامیہ میں بہت زیادہ ہے اور علم کی نشر و اشاعت (DISSEMINATION OF INFORMATION) پر کتنا زور دیا گیا ہے۔ آخری حدیث میں [illegible] انداز میں تعلیم و تعلم اور درس و تدریس کو بیان کیا گیا ہے۔

ان احکام و ارشادات نبوی کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں نے ہمیشہ تعلیم و تعلم کی طرف پوری توجہ دی۔ کتاب سے محبت ان کا طرۂ امتیاز رہا۔ کسی بھی نظام تعلیم میں کتاب کو ہمیشہ مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ کتاب ایک ایسا ذریعہ ہے جو علم کو اپنے دامن میں ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھتا ہے۔ زمانہ حال کے ماہرین تعلیم بھی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ تعلیمی نظام میں "کتاب" نے بہت اہم رول ادا کیا ہے اور ادا کرتی رہے گی۔ ایک مغربی ماہر تعلیم کے الفاظ یہ ہیں:

ہمارے تعلیمی نظام میں ہمیشہ کتاب کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ میں "ہمیشہ" کا لفظ اس معنی میں استعمال کر رہا ہوں کہ جہاں تک ہمارے پاس تاریخی ریکارڈز (RECORDS) ہیں۔ کم سے کم مغربی دنیا میں تعلیم کے شعبے میں کتاب کو مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ بے شک تعلیم ابلاغ کا ایک عمل ہے خواہ وہ زبانی ہو یا تحریری۔ مطبوعہ "کتاب" مدت سے خیالات کے ابلاغ کا ایک ذریعہ رہی ہے۔ ماہر معنویات (SEMANTICS) کے الفاظ میں کتاب وقت کو ملانے والی ہے۔ یہ نہ صرف مکانی فاصلہ طے کرتی ہے بلکہ زمانی بھی۔ جب آپ اس پر غور و فکر کرتے ہیں تو یہ ایک نہایت اہم ایجاد نظر آتی ہے جیسا کہ مسز لینگر (MRS LANGER) نے کہا ہے۔ ہم ایک کتاب کو اٹھاتے ہیں اور جو کچھ کسی نے کہا ہے، اس کو معلوم کر سکتے ہیں۔ کہنے والے کو ہم نے دیکھا نہیں۔ وہ ہماری پیدائش سے کئی صدیاں پہلے مر چکا۔ تاہم صوتیاتی تحریر (PHONETIC WRITING) کے تجربے سے ہم اس کی کہی ہوئی باتوں کی نقل اتار سکتے ہیں۔[٥]

[illegible]

اسلامی تعلیم کے نظام میں بھی کتاب کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ کلام اللہ یعنی قرآنِ حکیم کو "الکتاب" کے نام سے پکارا گیا۔ عہدِ عباسی کا مشہور شاعر متنبی کتاب کے بارے میں کہتا ہے:

اعز مکان فی الدنیٰ سرج سابح وخیر جلیس فی الزمان کتاب

یعنی دنیا میں سب سے زیادہ عزت والی جگہ گھوڑے کی زین ہے اور زمانے میں بہترین رفیق کتاب ہے۔

ابن الطقطقی اپنی مشہورِ عالم تاریخ الفخری میں لکھتا ہے کہ:

حکما نے کہا ہے کہ کتاب ایک ایسی ہم نشین ہے جو نہ منافقت کرتی ہے اور نہ آزردہ خاطر ہوتی ہے۔ اگر تم اس پر زیادتی بھی کرو تو ناراض نہیں ہوتی اور تمھارا کوئی راز فاش نہیں کرتی۔ مہلب نے اپنی اولاد سے کہا تھا اے فرزندو! اگر تمھیں بازار میں کہیں رکنا پڑے تو وہیں رکو جہاں ہتھیار فروخت ہوتے ہوں یا کتابیں بکتی ہوں۔[1]

اسی مورخ نے کتاب سے محبت کے ساتھ ایک اور دلچسپ واقعہ لکھا ہے:

ایک خلیفے کا ذکر ہے کہ اس نے کسی عالم کو بات چیت کرنے کے لیے بلوا بھیجا۔ جب بلانے والا آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ بیٹھا ہے اور اس کے گرد پیش کتابیں بکھری پڑی ہیں جن کا وہ مطالعہ کر رہا ہے۔ اس نے کہا: امیر المومنین آپ کو یاد فرماتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ ان سے عرض کر دینا کہ میرے پاس حکما کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی ہے جن سے میں گفتگو کر رہا ہوں۔ ان سے فارغ ہو کر حاضر ہو جاؤں گا۔ جب وہ خادم خلیفہ کے پاس آیا تو اس نے اس عالم کا پیغام دیا تو اس نے پوچھا کہ وہ کون سے حکما ہیں جو اس کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے کہا: بخدا! اے امیر المومنین! اس کے پاس آدمی تو کوئی بھی نہ تھا۔ اس نے کہا: وہ جس حال میں بھی ہو اسے فوراً بلا لاؤ۔

جب وہ عالم آیا تو خلیفے نے پوچھا کہ وہ کون سے حکما ہیں جو تمہارے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین!

لنا جلساء ما نمل حدیثهم امینون مامونون غیباً و مشهدا
یفیدوننا من علمهم علم ما مضی و رأیاً و تادیباً و مجداً و سؤددا

---

[1] ابن الطقطقی، الفخری، [illegible] جعفر پھلواری، ص ۴

فان قلت اموات تعد امرھم — وان قلت احیاء فلست مفندا

یعنی ہمارے ہم نشین ایسے ہیں جن کی باتوں سے ہم اکتاتے نہیں۔ وہ امانت دار ہیں اور قابلِ وثوق ہیں سامنے بھی اور بعد میں بھی۔

ہمیں اپنے علم سے جو وہ فائدہ پہنچاتے ہیں، وہ ماضی کا علم ہے، مشورہ ہے، ادب آموزی ہے، حصولِ شرف و نیاز ہے۔

اگر آپ انھیں مردہ کہیں تو بھی کوئی زیادتی نہ ہوگی اور اگر انھیں زندہ کہیں تو یہ بھی کوئی بہکی ہوئی بات نہ ہوگی۔

خلیفہ سمجھ گیا کہ وہ کتابوں کا ذکر کر رہا ہے، اس لیے اس سے آئندہ کوئی باز پرس نہ کی۔[۹۵]

جاحظ (م ۲۵۵ھ / ۸۶۹ء) (تیسری صدی ہجری کا معروف مصنف) علاوہ ان کتابوں کے پڑھنے اور مطالعہ کرنے کے جن کو وہ خرید سکتا تھا، وہ کتب فروشوں سے بھی کرایہ پر کتابیں لاتا تھا اور ان کو اول سے آخر تک بالاستیعاب پڑھتا تھا۔ آخرکار یہ ایسا سچا عاشقِ کتب انھیں کتابوں کی وجہ سے موت کا شکار ہوا۔ اس کی عادت یہ تھی کہ وہ اپنے گرد ضروری کتابیں دیوار کی طرح چن دیا کرتا تھا۔ چنانچہ آخر عمر میں جبکہ فالج نے اس کے آدھے جسم کو بے کار کر دیا تھا، وہ مطالعے میں مشغول تھا، یکایک وہ کتابیں اس پر گر پڑیں اور اس طرح وہ غریب ان کے نیچے دب کر جاں بحق ہو گیا۔[۹۶]

کاغذ سازی

مسلمانوں نے کاغذ سازی کے شعبے میں بھی کارہائے نمایاں سر انجام دیے۔ جہاں تک کاغذ کا تعلق ہے وہ چین میں سائی لون (AILAN) نے ۱۰۵ء میں ایجاد کیا تھا۔ مسلمانوں نے چینیوں ہی سے یہ تیسری صدی ہجری / آٹھویں صدی عیسوی میں سیکھا اور پھر ان ہی کے ذریعے یورپ پہنچا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ کاغذ کی قسمت مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں آ کر جاگی۔ ان سے پہلے یہ فن عام نہ ہوا تھا۔ انھوں نے کاغذ سازی کے کارخانے قائم کیے۔ روئی سے کاغذ بنایا اور اس صنعت کو توسیع و ترقی دے کر یورپ پہنچایا۔

---

۹۵ ابن الطقطقی۔ الفخری ترجمہ محمد جعفر پھلواری۔ ص ۳۰۲

۹۶ اوزگا نیٹو (ڈاکٹر)۔ اسلامی کتب خانے (عہد عباسیہ میں)۔ ترجمہ قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی۔ ص ۷

کاغذ کی صنعت کی بنیاد آٹھویں صدی عیسوی میں بمقام سمرقند رکھی گئی تھی۔ اسی زمانے میں ہارون رشید نے کاغذ سازی کا کارخانہ بغداد میں قائم کیا جسے صناعۃ الوراقۃ کہتے تھے۔ پھر اندلس میں قرطبہ اور شاطبہ اس صنعت کے بہت بڑے مرکز بن گئے جہاں سے یورپ کو بھی کاغذ جاتا تھا[۱۱] اختر جوناگڑھی لکھتے ہیں کہ تیسری صدی ہجری میں خراسان اور بغداد اور پھر جزیرۂ عرب کے بعض مقامات یمن و تہامہ وغیرہ میں کاغذ بنانے کے کارخانے قائم ہو گئے تھے[۱۲]

کتاب کے ساتھ محبت، فن کاغذ سازی میں مہارت اور تجلید و تذہیب کے شعبوں میں ترقی کرنے سے مسلمانوں کی کوششوں سے کتابوں کی تعداد میں بکثرت اضافہ ہونے لگا اور انھوں نے کتب خانے قائم کرنے میں بہت دلچسپی سے کام لیا۔ کتب خانوں کی کثرت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ مساجد، مدارس، شفا خانوں، سراؤں، رباطوں، ضیافت خانوں حتیٰ کہ مشاہد و مقابر تک میں ان کو قائم کیا گیا۔

اسلامی کتب خانوں کا ذکر اس مختصر مقالے میں کرنا ممکن نہیں۔ تاریخی اعتبار سے اس کا سروے کیا جائے کہ مسلمانوں نے مختلف ادوار اور مختلف ممالک میں کتنے کتب خانے قائم کیے، ان کی اقسام کیا تھیں، ان میں ذخیرہ ہائے کتب کی نوعیت کیا تھی، وہ کون سے لوگ تھے جو ان سے استفادہ کر سکتے تھے۔ تو یہ ایک ایسا موضوع ہے جو بہت وسیع ہے اور اس پر کتابیں لکھی گئی ہیں۔ اس مقالے میں مختصراً یہ بتانے کی کوشش کی جائے گی کہ ان کتب خانوں کا انتظام کس طرح کیا جاتا تھا اور ان کا نظم و نسق کیسا تھا۔

اسلامی کتب خانوں کا انتظام

کتب خانے کی عمارت: جب ہم کتب خانوں کے نظم و نسق کی بات کرتے ہیں تو سب سے پہلے اس عمارت پر نظر جاتی ہے جس میں یہ قائم کیا جاتا ہے۔ لائبریری سائنس کے جدید نظریات کی روشنی میں اس عمارت کو ان فرائض و مقاصد کو سامنے رکھ کر بنایا جاتا ہے جو اس کو ادا کرنا ہوتے ہیں، دوسرے الفاظ میں اس کو عملی (FUNCTIONAL) ہونا چاہیے نہ کہ صرف فن تعمیر کا ایک بہترین نمونہ۔ اس میں کتابوں، قارئین

---

[۱۱] محمد زبیر۔ اسلامی کتب خانے۔ ص ۳۷

[۱۲] قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی۔ "عہد اسلامی میں کتب خانوں کا نظم و نسق"، روداد، اجلاس سوم ادارہ معارف اسلامیہ منعقدہ دہلی۔ ص ۱۴۱، ۱۴۲

اور عملے کے لیے کافی جگہ ہونی چاہیے۔ ڈاکٹر اولگا پنٹو عہدِ عباسی کے کتب خانوں کے بارے میں لکھتی ہیں:

سلاطینِ اسلام ان مکانوں کی بہت حفاظت کرتے تھے جو عام کتب خانوں کے لیے مخصوص ہوتے تھے۔ مثلاً شیراز، قرطبہ اور قاہرہ میں ان کتب خانوں کے لیے علیحدہ عمارتیں تعمیر کرائی گئی تھیں جن میں مختلف کاموں کے لیے متعدد کمرے ہوتے تھے مثلاً گیلریاں جن میں کتابوں کی الماریاں رکھی جاتی تھیں اور وہ کمرے جہاں شائقین کتابوں کا مطالعہ کیا کرتے تھے۔ بعض کمرے ان کاتبوں کے لیے مخصوص تھے جو کتابوں کی نقلیں کیا کرتے تھے اور وہ کمرے جو "مجالسِ علمیہ" کے کام آتے تھے۔ کہیں کہیں موسیقی اور غنا وغیرہ کے لیے بھی علیحدہ کمرے ہوا کرتے تھے۔ یہ تمام کمرے نہایت آراستہ و پیراستہ ہوا کرتے تھے جن میں قالین، چٹائیاں وغیرہ بچھی رہتی تھیں اور جن پر شائقین مشرقی طرز سے دو زانو بیٹھ کر کاغذ یا ورق [پارچمنٹ (PARCHMENT)] اپنے بائیں ہاتھ میں پکڑے ہوئے لکھنے پڑھنے میں مشغول رہتے تھے اور صدر دروازے میں خاص طور پر ایک بھاری پردہ لٹکا رہتا تھا تاکہ سرد ہوا اندر داخل نہ ہو۔[۱۳]

وہ مزید لکھتی ہیں:

کتابوں کے لیے مخصوص کمروں میں دیوار سے لگی ہوئی الماریاں قدِ آدم سے زیادہ اونچی نہ ہوتی تھیں اور اس لیے اوپر کے حصے میں سے کتابیں نکالنے کے لیے خطرناک سیڑھیاں لگانے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ ان تمام الماریوں میں ڈھکن لگے ہوتے تھے جو بعض دروازوں کی طرح تھے اور بعض اوپر سے نیچے کھینچ کر مقفل کر دیے جاتے تھے۔ اس طرح گرد و غبار سے کتابیں بچ جاتی تھیں۔ کہیں تازہ ہوا کا گزر نہ ہونے کی وجہ سے دیمک ان کو چاٹ جاتی تھی۔[۱۴]

کتابیں جمع کرنے کے ذرائع

عہدِ حاضر میں طباعت کے فن نے بہت ترقی کر لی ہے۔ طباعت کے اس ترقی یافتہ دور میں یہ اندازہ کرنا بہت مشکل ہے کہ زمانۂ قدیم میں کتابیں کیسے جمع کی جاتی تھیں جب کہ چھاپے خانے ابھی ایجاد نہ ہوئے تھے اور کتابوں کو ہاتھ سے لکھنا پڑتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے چین میں پی سنگ نے ۱۰۴۰ء میں ٹائپ ایجاد کیا، مگر وہ چینیوں کے پیچیدہ رسم الخط کے باعث عام نہ ہو سکا۔ اس کے بعد پندرھویں صدی عیسوی کے وسط میں چھاپے خانے کی ایجاد یورپ (جرمنی) میں ہوئی۔ مسلمانوں

---

۱۳ اولگا پنٹو۔ اسلامی کتب خانے (عہدِ عباسی میں)۔ ص ۲۱-۲۳ ۱۴ ایضاً

نے کتابوں کی قلت کے زمانے میں بہت سے طریقے ایجاد کیے جن کی وجہ سے کتابیں ان کے کتب خانوں میں جمع ہوتی رہتی تھیں۔

حاجی محمد زبیر کتابوں کی فراہمی کے بارے میں رقم طراز ہیں:

۱۔ بادشاہوں کے پاس ہدیوں اور تحفوں میں کتابیں آتی تھیں۔

۲۔ تاجروں سے کتابیں خریدی جاتی تھیں۔

۳۔ نقل نویسوں سے کتابوں کی نقلیں کروائی جاتی تھیں (اس مقصد کے لیے باقاعدہ کاتب مقرر ہوتے تھے جو شب و روز کتابت کرنے میں مصروف رہتے تھے۔ بعض اوقات کئی کاتب مل کر ایک کتاب کے کئی نسخے کم وقت میں تیار کرتے تھے)۔

۴۔ غیر زبانوں کی کتابیں حاصل کر کے ان کے ترجمے کروائے جاتے تھے۔

۵۔ فتوحات کے موقع پر کتابیں بطور مالِ غنیمت دست یاب ہوتی تھیں۔

۶۔ سفیر و سیاح اپنے ملک کی کتابیں لاتے اور تبادلے میں کتابیں لے کر جاتے تھے۔

۷۔ حاجیوں کے ذریعے کتابیں منگوائی جاتی تھیں[۱۵]

مذکورہ بالا ذرائع کے علاوہ چند اور طریقوں سے بھی کتابیں کتب خانوں میں آتی رہتی تھیں۔ مثلاً اہلِ علم اکثر پبلک کتب خانوں میں اپنی کتابوں کے ذخیرے وقف کرنے لگے۔ یہ ذخیرے عموماً انہی کے نام سے منسوب ہوتے تھے۔ موجودہ بڑے بڑے کتب خانوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات معلوم ہوگی کہ بہت سے اصحابِ علم اور مخیر حضرات نے اپنے ذاتی کتب خانے بعض ان کتب خانوں میں عطیے کے طور پر جمع کروا دیے۔ مثلاً پنجاب یونیورسٹی لائبریری (لاہور) میں ذخیرہ مولوی محبوب عالم، ذخیرہ حکیم عبدالمجید عتیقی، ذخیرہ پروفیسر شیخ محمد اقبال اور چند دیگر ذخیرے اسی طرح سے لائبریری میں جمع ہوئے۔ ان اوقاف کے علاوہ ایک صورت یہ ہوتی تھی کہ اکثر مصنفین اپنی تصنیفات کو ان کتب خانوں میں جمع کراتے تھے جو یقیناً ایک ایسے زمانے میں حیرت انگیز بات ہے جب کہ پریس ایکٹ نہ تھا اور نہ خاص خاص سرکاری کتب خانوں کے لیے کتابوں کے چند نسخے داخل کرانے کی ناشرین پر پابندی عائد کی

۱۵۔ محمد زبیر۔ اسلامی کتب خانے۔ ص ۶۴

گئی تھی[۱۶]

کتابوں کی ترتیب و تنظیم

کتابیں جب لائبریری میں جمع ہو جاتی ہیں تو پھر ان کی ترتیب و تنظیم (ORGANIZATION) کا مرحلہ آتا ہے۔ اسی مقصد کے لیے جماعت بندی (CLASSIFICATION) کے ضابطے اور فہرست سازی کے اصول (CATALOGUING RULES) بنائے گئے۔ کتب خانوں میں ذخیرۂ کتب کو تنظیم سے رکھنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قارئین اس کو آسانی کے ساتھ استعمال کر سکیں اور اس سے زیادہ مؤثر طریقے سے استفادہ کر سکیں[۱۶]

قرونِ وسطیٰ میں کتابیں لکڑی اور پتھر کی بنی ہوئی الماریوں میں عموماً فن وار (CLASSIFIED) رکھی جاتی تھیں۔ یہ اوپر تلے رکھی جاتی تھیں اور چھوٹی کتابوں کے اوپر بڑی کتابیں نہیں رکھتے تھے کیونکہ اس میں گرنے کا احتمال ہوتا تھا[۱۷]

ان کو رکھنے کا طریقہ یہ تھا کہ بجائے اس کے کتابوں کا پشتہ باہر کی طرف ہو جیسا کہ آج کل ہوتا ہے اوراق باہر کی طرف ہوتے تھے۔ کتابوں اور مصنفین کے نام اوراق کے سب سے نیچے والے سرے پر لکھے جاتے تھے یا اس بکس پر لکھے جاتے تھے جن میں بیش قیمت کتابیں رکھی جاتی تھیں۔ چنانچہ جب کسی شخص کو کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو اسے آسانی سے پتا چل جاتا تھا۔ مصر کے دار الکتب میں ایسی کتابیں اب تک موجود ہیں جو اس عہدِ کہن سے اسی طرح رکھی چلی آرہی ہیں اور ان کے نام اور مصنفین کے نام اسی طرح لکھے ہوتے ہیں جیسے کہ پہلے زمانے میں لکھے جاتے تھے[۱۸]

کتابوں کی الماریاں کھلی ہوتی تھیں اور ہر شخص اپنی ضرورت کی کتاب لے سکتا تھا بعض الماریاں مقفل رہتی تھیں کیونکہ ان میں بیش قیمت کتابیں یا مسودات رکھے جاتے تھے۔ ان میں سے کسی کتاب سے استفادہ کرنے کے لیے مجلسِ منتظمہ سے اجازت لینی پڑتی تھی[۱۹]

---

[۱۶] تفصیل کے لیے دیکھیے : قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی "عہدِ اسلامی میں کتب خانوں کا نظم و نسق" (مطبوعہ درد) روئداد اجلاس سوم ادارۂ معارف اسلامیہ منعقدہ دہلی۔

[۱۷] احمد شبلی (ڈاکٹر) ۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، ترجمہ محمد حسین خان زبیری۔ ص ۶۹ [۱۸] ایضاً [۱۹] ایضاً

فہرست سازی (CATALOGUING)

ذخیرۂ کتب کو تنظیم سے رکھنے کا ایک اہم حصہ فہرست سازی کا ہے۔ کتب خانے کی فہرست وہ کلید ہے جو کتب خانے کے خزانے کو کھولتی ہے۔ عصرِ حاضر میں تمام کتب خانے کارڈ کیٹلاگ (CARD CATALOGUE) مرتب کرتے ہیں، کتابی صورت میں بھی فہرستیں شائع کی جاتی ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ لائبریری کے ذخیرے میں موجود وسائل کیا ہیں اور وہ کون سے انمول موتی ہیں جو اس خزانے میں پڑے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں نے اس طرف خاص توجہ دی۔ چنانچہ ابن الندیم کا نام سب سے پہلے مسلمان فہرست نگار کی حیثیت سے سامنے آتا ہے جس نے "الفہرست" کو مرتب کر کے ہمیں اپنے اسلاف کے علمی، ادبی اور ثقافتی ورثے سے متعارف کرایا۔

ڈاکٹر احمد شلبی کہتے ہیں کہ بڑے کتب خانے کے ساتھ ایک فہرست بھی ہوتی تھی جس کی مدد سے پڑھنے والے کتب خانے سے استفادہ کرتے تھے۔ علاوہ ازیں الماری کے ہر کتب خانے کے باہر اس کے اندر والی کتابوں کے نام لکھے ہوئے لٹکے رہتے تھے۔ اس کاغذ پر یہ تفصیل بھی درج ہوتی تھی کہ کون سی کتاب نامکمل ہے یا اس کا کوئی حصہ غائب ہے۔[۵۲]

بڑے بڑے کتب خانوں کی فہرستیں کئی کئی جلدوں میں ہوتی تھیں۔ بغداد، شیراز اور مصر کے کتب خانوں کی بڑی بڑی اور مفصل فہرستیں تیار کی گئی تھیں۔ شیراز میں عضد الدولہ کے کتب خانے کی فہرست دو جلدوں میں تھی جن میں کتابوں کے نام لکھے ہوئے تھے۔ قاہرہ میں العزیز کے کتب خانے کی فہرست اس کے وزیر ابوالقاسم نے تیار کروائی تھی۔ رے کے کتب خانے کی ایک فہرست یاقوت نے دیکھی تھی جو دس جلدوں میں تھی۔ بعض اہلِ علم نے اپنے ذاتی کتب خانوں کی فہرستیں تیار کی تھیں۔ علی بن موسیٰ الکاؤس (۵۸۹ھ - ۶۶۴ھ) نے اپنے ذخیرۂ کتب میں سے انتخاب کر کے کچھ اہم کتابوں کی ایک فہرست تیار کی تھی جس کا نام انھوں نے "الابانۃ فی معرفۃ اسماء الکتب الخزانۃ" رکھا تھا۔ اس کے علاوہ انھوں نے ایک مفصل فہرست تیار کی تھی جو انھوں نے ۶۵۱ھ میں اپنی اولاد پر وقف کی تھی۔ اس فہرست کا نام "سور السعود" تھا جو بڑے پیمانے پر لکھی گئی تھی اس میں کتابوں کے متعلق

۵۲۔ احمد شلبی (ڈاکٹر) تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ، مترجم محمد حسین خان زبیری، ص ۶۹

بڑی تفصیلی معلومات دی گئی تھیں۔ یہ بالکل ہمارے زمانے کی علمی فہرستوں کے طرز پر مرتب کی گئی تھی۔[۲۱]

کتب خانے کا عملہ

کتابوں کو جمع کرنا، ترتیب و تنظیم اور ان کو استعمال کرانے کے لیے ضروری ہے کہ ایسا عملہ رکھا جائے جو باصلاحیت ہو۔ موجودہ دور میں عملے کی تنخواہوں پر مکمل لائبریری بجٹ کا ۶۰ فیصد تک بھی خرچ کیا جاتا ہے۔ دراصل لائبریری کا عملہ کتاب اور قاری کے درمیان ایک واسطے کی حیثیت رکھتا ہے۔ عصر حاضر میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ لائبریرین تربیت یافتہ ہو اور علمی لحاظ سے بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ ہو۔

اسلامی کتب خانوں کے خازن (لائبریرین) وہ لوگ ہوتے تھے جن کا علمی مرتبہ بہت بلند ہوتا تھا۔ خازنوں کے سلسلے میں اکثر مشہور علماء، فضلاء، ادبا اور مورخین کا نام آتا ہے۔ مثلاً وزیر ابن العمید الرازی کے کتب خانے کے خازن مشہور مورخ اور فلسفی ابن مسکویہ (م ۴۲۱ھ) تھے۔ مشہور ادیب علامہ ابو زکریا تبریزی کتب خانہ نظامیہ کے لائبریرین تھے۔ محدث، مورخ اور فلسفی علامہ ابن الفوطی (م ۷۲۳ھ) کتب خانۂ مستنصریہ کے خازن تھے۔ ابو منصور محمد بن علی (م ۴۱۸ھ) دارالعلم بغداد کے کتب خانے میں لائبریرین تھے۔[۲۲] برصغیر پاک و ہند میں بھی ہمیں ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ جلال الدین خلجی کے شاہی کتب خانے کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ امیر خسرو جو اس وقت کے سب سے بڑے مصنف اور عالم تھے۔ اس کتب خانے کے مہتمم کی حیثیت سے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔[۲۳]

لائبریرین کے فرائض کے بارے میں ڈاکٹر احمد شلبی لکھتے ہیں:

مہتمم اپنے کتب خانے کے انتظامی اور ذہنی معاملات کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ وہ نئی نئی کتابیں مہیا کرتا تھا، فہرستوں کی تیاری اس کی نگرانی میں ہوتی تھی اور مطالعہ کرنے والوں کو ہر قسم کی سہولت اور مشورہ دیتا تھا۔ کتابیں مستعار دیتے وقت اس کی منظوری کی ضرورت ہوتی تھی۔[۲۴]

لائبریرین کی مدد کے لیے دیگر عملہ بھی ہوا کرتا تھا جن میں مشرف (نگران)، نقل نویس (کاتب)

---

[۲۱] قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی۔ عہد اسلامی میں کتب خانوں کا نظم و نسق، ص ۱۵۳، ۱۵۴ [۲۲] ایضاً، ص ۱۶۷-۱۶۸

[۲۳] رئیس احمد صمدانی۔ کتب خانے تاریخ کی روشنی میں۔ ص ۷۰، ۷۱

[۲۴] احمد شلبی (ڈاکٹر)۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ (اردو ترجمہ)۔ ص ۷۳

جلدساز و طلاکار، کتابوں کی تصحیح کرنے والے اور خدمت گار آتے ہیں۔

قارئین کے لیے خدمات (READERS SERVICES)

لائبریری میں موجود کتابوں اور دیگر مطالعاتی مواد (READING MATERIAL) کو منظم طریقے سے رکھنے کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ قارئین اس سے آسانی سے فائدہ اٹھا سکیں۔ کتب خانے کا بھرپور استعمال کرانے کے لیے ایسے بہت سے اقدامات کیے جاتے ہیں جن کی وجہ سے قارئین موثر طریقے سے کتب خانے میں موجود مواد سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں لائبریری مختلف قسم کی خدمات (سروسز) مہیا کرتی ہے۔ قرون وسطی کے اسلامی کتب خانوں میں بھی قارئین کو بہت سی خدمات فراہم کی جاتی تھیں۔

۱۔ استعارۂ کتب: کتب خانوں میں کتابیں مطالعے کے لیے دی جاتی تھیں اور صرف یہی نہیں بلکہ انھیں مستعار بھی دیا جاتا تھا۔ بقول اولگا نیٹو علما اور طلبا کی سہولت کے لیے پبلک کتب خانوں سے دور دراز مقامات تک کتابیں بھیجی جاتی تھیں۔ اس کے لیے کبھی کبھی کوئی رقم ضمانت کے طور پر جمع کرائی جاتی تھی مگر مشہور و معروف اہل قلم کو اس سے مستثنیٰ بھی کر دیا جاتا تھا جب کسی کتاب کو مستعار لینے کے لیے ایک سے زیادہ خواہش مند ہوتے تو ان میں جو غریب ہوتا اُسے ترجیح دی جاتی تھی۔[۲۵]

استعارۂ کتب کے لیے کچھ قواعد و ضوابط بھی مقرر کر دیے گئے تھے مثلاً مستعار لی ہوئی کتاب حفاظت سے رکھی جائے، اس پر کچھ لکھا نہ جائے، اسے کسی اور شخص کو مستعار نہ دیا جائے، نہ کہیں بطور ضمانت نہ رکھی جائے، کتاب واپس کرنے میں غفلت نہ کی جائے، تقاضے پر کتاب فوراً واپس کر دی جائے۔[۲۶]

بعض حالات میں وقت کا تعین کر دیا جاتا تھا۔ ابن خلدون نے اپنی تصنیف "کتاب العبر" کا نسخہ فاس کی جامعۃ القیروان کے کتب خانے کو عطا کر دیا تھا اور یہ ضابطہ بنا دیا تھا کہ وہ کتاب صرف قابل اعتماد اور بھروسے کے آدمیوں کو زیادہ سے زیادہ دو ماہ کے لیے معقول زر ضمانت پر

---

۲۵ محمد زبیر۔ اسلامی کتب خانے، ص ۶۸، ۶۹

۲۶ ایضاً

کرنے پر دی جائے گی[۲۷]

ب۔ حوالہ جاتی خدمات : (REFERENCE SERVICES) : حوالہ جاتی خدمت بہت اہم سروس ہے جو آج کل کتب خانوں میں قارئین کو فراہم کی جاتی ہے۔ قاری کوئی مسئلہ یا استفسار لے کر لائبریری میں آتا ہے اور کتب خانے کا عملہ اس کے حل کرنے میں اس کی مدد کرتا ہے۔ اسلامی کتب خانوں میں اس سروس کی نشاندہی بھی ہوتی ہے۔ لائبریرین کا ایک فرض یہ ہوتا تھا کہ وہ علمی کاموں میں قارئین کی رہنمائی کرے اور انھیں مشورہ دے۔ ڈاکٹر احمد شلبی نے ابو سعید العقیلی کے وہ شعر نقل کیے ہیں جو الصولی کے بارے میں ہیں۔

انما الصولی شیخٌ اعلم الناس خزانہ
کلما جئنا الیہ نبتغی منہ آبانہ
قال یا غلمان ھاتوا رزمۃ العلم فلانہ

یعنی ابو سعید کہتا ہے کہ جب کبھی ہم الصولی کے پاس جاتے ہیں جن کے پاس نہایت اعلیٰ درجے کا کتب خانہ ہے، تو ہمارا مقصد کسی مسئلے کی گتھی سلجھانا ہوتا ہے۔ وہ اپنے خدمت گاروں کو چند خاص کتابیں لانے کا حکم دیتے ہیں[۲۸]

جدید اصطلاح میں اس قسم کی خدمت ریفرنس سروس میں آتی ہے۔

دیگر سہولتیں :۔ کتب خانوں میں ایسی سہولتیں فراہم کی جاتی ہیں جن کی وجہ سے قارئین آسانی سے کام کر سکیں۔ تحقیق کرنے والوں کے لیے ایسا ماحول فراہم کیا جاتا ہے جس میں وہ اطمینان کے ساتھ تحقیق کا کام کر سکیں۔ اسلامی کتب خانوں میں " قارئین کے لیے کتب خانے کے اندر مطالعہ کتب کی سہولتیں اور آسانیاں فراہم کی جاتی تھیں اور ان کے آرام و سکون کا بڑا خیال رکھا جاتا تھا۔ ان کے دار المطالعوں میں عمدہ اور آرام دہ فرش بچھائے جاتے تھے اور بعض کتب خانوں میں تو اتنی اعلیٰ پیمانے پر سہولتیں فراہم کی جاتی تھیں جن کی نظیر آج کل کے کتب خانوں میں بھی نہیں ملتی مثلاً فاطمی خلیفہ الحاکم کے کتب خانے (قاہرہ) میں قارئین کو قلم دوات اور کاغذ بھی مہیا کیا جاتا تھا۔ ابو علی بن

---

۲۷ احمد شلبی (ڈاکٹر)۔ تاریخ تعلیم و تربیت اسلامیہ (اردو ترجمہ)، ص ۷۲ ۲۸ ایضاً، ص ۸۰

سوار کے کتب خانے (بصرے) میں جو طلبا وغیرہ کتابیں مطالعہ کرنے یا نقل کرنے جاتے ان کے لیے بانی کتب خانے کی طرف سے کھانے کا انتظام کیا جاتا تھا[۲۹]

یہ ایسی سہولتیں ہیں جو آج کل کے ترقی یافتہ دور کے کتب خانوں میں موجود نہیں۔ یہ قصہ پارینہ ہی معلوم ہوتی ہیں :

تازہ خواہی داشتن گر داغ ہائے سینہ را گاہے گاہے باز خوان این قصۂ پارینہ را

کتابیات

۱۔ ابن الطقطقی، محمد بن علی بن طباطبا۔ "تاریخ الدول الاسلامیہ (کتاب الفخری)"، بیروت دار صادر، ۶۰

۲۔ ابن الطقطقی، محمد بن علی بن طباطبا۔ الفخری: اصول سیاست و تاریخ۔ ترجمہ محمد جعفر پھلواری۔ لاہور ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۶۲ء

۳۔ احمد شبلی۔ تاریخ تعلیم و تربیتِ اسلامیہ۔ ترجمہ محمد حسین خان زبیری۔ لاہور، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۶۲ء

۴۔ اختر، قاضی احمد میاں جوناگڑھی "عہدِ اسلامی میں کتب خانوں کا نظم و نسق"۔ روئداد اجلاس سوم ادارۂ معارف اسلامیہ منعقدہ ۲۶، ۲۷، ۲۸ دسمبر ۱۹۳۶ء۔ لاہور۔ مجلس علماء ادارۂ معارف اسلامیہ، ۱۹۴۲ء ص

۵۔ اختر، قاضی احمد میاں جوناگڑھی "مسلمانانِ سلف اور جمع و مطالعہ کتب کا شوق"۔ روئداد ادارۂ معارف اسلامیہ اجلاس دوم منعقدہ لاہور ۱۰، ۱۱، ۱۲ اپریل ۱۹۳۶ء لاہور مجلس علماء ادارۂ معارف اسلامیہ، ۱۹۳۸ء ص ۶۵ تا ۹۲

۶۔ پنٹو اولگا (ڈاکٹر)۔ اسلامی کتب خانے (عہدِ عباسیہ میں)، ترجمہ قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی لکھنؤ۔ دار الناظر پریس، ۱۹۳۲ء

۷۔ رئیس احمد صمدانی۔ کتب خانے تاریخ کی روشنی میں۔ کراچی، فخر کتاب گھر، ۱۹۷۷ء

۸۔ شبلی نعمانی۔ "اسلامی کتب خانے"۔ رسائل شبلی۔ امرتسر، روزبازار سٹیم پریس ۱۹۱۱ء۔ ص ۲۵، ۵۶

شیرا، جے، ایچ۔ لائبریرین شپ کی عمرانی بنیادیں۔ ترجمہ و تلخیص۔ سید جمیل احمد رضوی، لاہور۔ پاکستان لائبریری ایسوسی ایشن (پنجاب کونسل)، ۱۹۸۰ء

۱۰۔ محمد زبیر۔ اسلامی کتب خانے۔ کراچی، ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۹۷۸ء

۱۱۔ محمد جعفر شاہ پھلواروی۔ مجمع البحرین (یعنی شیعہ و سنی کی متفق علیہ روایات)۔ لاہور، ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، ۱۹۶۹ء

---

[۲۹] محمد زبیر۔ اسلامی کتب خانے، ص ۹۵